پنجاب کا جغرافیائی، تاریخی اور معاشرتی پسِ منظر اور لسانی وادبی تناظرات (آغاز تا 1947ء)

ڈاکٹر انصر عباس
اسسٹنٹ پروفیسر، صدرِ شعبہ اردو، جامعہ میانوالی
ڈاکٹر سید ضمیر الحسن
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ گریجویٹ کالج میانوالی

Abstract:
In course of composition of comprehensive history of Urdu literature Punjab has served as a basic building block. The multidimensional approach with historical, geographical, social, linguistic and literary perspective is unavoidably necessary in the analysis of the contribution of the Punjab to the promotion of Urdu language. Notwithstanding all that contribution, Punjab school of thought has not enjoyed as much importance in history as has been done by Delhi school of thought and Lucknow school of thought on behalf of their political centrifugation. I dare say that the soil of Punjab is the depositary of enriching tradition in respect of Urdu literature. The outshining artists born on this soil have been serving as assets of Urdu literature. An attempt has been made to bring out the linguistic and literary perspective with reference to social and geographical aspects along with research paper.

Key Words:
Punjab(پنجاب), Historical(تاریخی) , Geographical(جغرافیائی) , Social(معاشرتی), Linguistic(لسانیات),Literature(ادب), Tradition(روایت), Delhi (دہلی), Lucknow(لکھنؤ), Culture (ثقافت), School(دبستان),

پنجاب فارسی زبان کے دو لفظوں پنج اور آب کا مرکب ہے۔جس کے معانی پانچ دریاؤں کی سر زمین ہے۔(۱)پنجاب کا خطہ تاریخ کے مختلف ادوار میں کئی ناموں سے موسوم رہا ہے۔"ثَ تَ گو"زمینِ پنجاب کا پرانا نام ہے اس تصور کے حامیوں میں Koening بھی شامل ہے۔ثَ تَ گو، کے الفاظ کوہِ بے ستوں کے مشہور تاریخی کُتبے میں لکھے ہوئے ہیں۔جس کو ایران کے عظیم بادشاہ داریوش کبیر ۵۱۱۔۴۸۶ق م نے کُندہ کرایا تھا۔ثَ تَ گو، کے معنی "سرزمین صد گاؤ" یعنی ایسا علاقہ جس میں بیل اور گائے وافر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔(۲)اس سے اس خطہ کی زراعت سے وابستگی کا بھی پتا چلتا ہے۔

پنجاب کا ایک نام "سپت سندھو (Sapta Sindu)سات دریاؤں کی سرزمین یعنی سرسوتی اور سندھ بھی اس

میں شامل رہے ہیں۔ سپتا سندھو کا ذکر آریاؤں کی مقدس کتاب رگ وید میں آیا ہے۔رگ ویدوں میں امتدادِ زمانہ کی بدولت تبدیلیوں سے یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ یہ الفاظ سپت سندھو کس دور میں اس کے متن میں داخل ہوئے۔ لیکن رگ وید کو دیگر ویدوں پر سبقت حاصل ہے۔بقول ڈاکٹر Haug اس میں ۲۴۰۰ق م تک کی بعض عبارات بھی ملتی ہیں۔اوستا میں ہپتا ہندو کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ ہپتا ہندو یا سپت سندھو سے مراد سات دریاؤں (ستلج، بیاس، راوی، چناب، جہلم، سندھ اور کابل) کی سرزمین مراد ہے۔ مرورِ ایّام سے سپت سندھو کی بجائے سندھو اور پھر سندھ بولا جانے لگا۔اوستا کے ہپت ہندو سے لفظ ہند برصغیر کا نام قرار پایا۔(۳)

اس کے علاوہ ”پینڈے پوتامیا (Pantophthalmid) “کی اصطلاح بھی اس علاقہ کے لیے خاص طور پر استعمال ہوتی رہی ہے۔ پنجاب کے دریاؤں کے لیے یونانی کُتب میں دریاؤں کے لیے ہیڈ یسپس(Hydaspes)یعنی جہلم، آکے سائنس (Arcsines) یعنی چناب، ہیدرااوتس(Hydrate's)یعنی راوی، ہیسی ڈرس(Hesidrus)یعنی ستلج اور ہائفاسس (Hyphasis)یعنی بیاس کے نام استعمال کیے جاتے تھے۔(3)

پنجاب کے علاقے میں ایک طاقتور قبیلہ Tak یا Tikka کی وجہ سے اس علاقہ کا ایک نام ”ٹکی “ (Takki) بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ چینی سیاح ہیون سانگ(When Tsang)نے اس علاقہ کو "ٹسے کیا-Ts" (kia"یا" ٹکی(Takki) "کے نام سے منسوب کیا ہے۔(3)پنجاب کے علاقے کے لیے مندرجہ بالا ناموں کے علاوہ پنجند کی اصطلاح بھی استعمال ہوئی ہے، اس سے مراد دریائے سندھ کے زیریں علاقے پانچ دریاؤں کے ملاپ کی سرزمین کہلاتے ہیں۔(3) تاریخ مخزن میں پنجاب کو پنج دو آب کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔(2) آئین اکبری کی میں مغل شہنشاہ اکبر نے پنجاب پانچ دریاؤں یعنی پانچ دو آبوں کا ملک کہا اور ان دو آبوں کے لیے مختلف نام بھی پیش کیے۔ ا۔ دوآبہ بست جالندھر یعنی دریائے بیاس اور ستلج کے درمیان کا علاقہ، ۲۔ دو آبہ باری یعنی یاس اور راوی کے درمیان کا علاقہ، ۳۔ دوآبہ رچنا م مرادراوی اور چناب کے درمیان کا علاقہ، ۴۔ دوآبہ چج یعنی چناب اور جہلم کے درمیان کا علاقہ ۵۔ دوآبہ ساگر سے مراد جہلم اور سندھ کے درمیان کا علاقہ (2) "پنج + آب" پنجاب کی اصطلاح اس خطہ کے لیے بڑی تبدیلیوں کے بعد تاریخ میں پہلی مرتبہ اپنی ایک الگ شناخت بنانے میں کامیاب ہوئی اور اس سے پانچ دریاؤں کی سرزمیں مراد لیا جانے لگا۔(2)

پانچ دریاؤں میں ستلج، بیاس، راوی، چناب اور جہلم شامل ہیں۔ جنھوں نے اس خطہ کی زرخیزی کو چار چاند لگائے۔ زمانہ قدیم سے جب ان دریاؤں کا پیٹ بھر جاتا تو یہ زرخیز مٹی کو میدانوں میں پھیلا کر اس خطہ کی سرسبز وشادابی میں اضافہ کرتے رہے ان کی یہ مٹی لہلہاتے کھیتوں سے مزین میدانوں کا حسن نکھارنے میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ خطہ

پنجاب، بر صغیر کی نہایت ہی اہم شاہراہ اورڈیورنڈلائن سے سرحدی علاقہ ہونے کی وجہ سے پنجاب کابل سے دہلی کو ملانے والی شاہراہ(جرنیلی سڑک) پر واقع ہے اور اس شاہراہ کے آس پاس بسنے والے شہروں جہلم، اٹک، گجرات کو شہرت بھی اسی وجہ سے ملی۔(4)

پنجاب سرسبز و شاداب خطہ ہونے کی وجہ سے شمال مغرب کی جانب سے آنے والوں کی توجہ کا ہمیشہ مرکز رہا۔ سکندر اعظم سے لے کر مغربی و وسطی ایشیا سے آنے والوں کے لیے بر صغیر پر حکمرانی کا خواب اس سرزمین کے امن عامہ کے لیے ایک لٹکتی تلوار بنارہااوران آنے والوں کی یلغار ہمیشہ اس کے حسن کو گہناتی رہی۔ یہ چمن کئی بار تاراج ہوا اور حسین و جمیل دوشیزہ کا سا حسن رکھنے والا یہ بے نظیر خطہ یونانی اور مغربی و وسطی ایشائی گھوڑوں کے ٹاپوں تلے پامال ہوتا رہا۔ آج جو اس کے چمن میں گل و گلزار کی مہک باقی ہے وہ یہاں کے باسیوں کے خوں سے سینچی ہوئی ہے۔ پنجاب کی روایت کا زندہ سرچشمہ یہاں کے گل و بلبل کا ترنم اور اس مٹی کی منفرد خوشبو جو ہمیں یہاں کے ادب، ثقافت، معاشرت اور سیاست میں باخوبی نظر آتی ہے۔

اس کے علاوہ اگر پنجاب کو زرعی اور تجارتی حوالوں سے سونے کی چڑیا کہا جاتا ہے تو اس میں کچھ مضحکہ نہیں۔ پنجاب کے جنوب مشرق میں دریائے ستلج، شمال مغرب میں دریائے سندھ، شمال میں کوہ کشمیر، کوہ جموں، شمال مشرق میں کوہ کانگڑہ اس سرزمین کے حسن کو زیبائی عطا کر رہے ہیں۔(5) پنجاب کی حدود کبھی پھیلتی تو کبھی سکڑتی، کبھی عملداری لاہور تک تو کبھی سرہندشریف سے خیبر اور کشمیر سے کراچی کے ساحل تک پھیل جاتی۔ یہاں تک کہ دہلی، ملتان، پشاور، ڈیرہ جات، تبت، لداخ، جموں، کانگڑہ، منڈی، بہاول پور کوہ سلیمان تک کا علاقہ اور حصار و انبالہ تک اس پنجاب کا حصہ رہے اور بعد ازاں برطانوی حکومت کے ہاتھوں ۱۹۰۱ء میں شمال مغربی سرحدی صوبہ اور ۱۹۱۲ء میں دہلی کو الگ کیا تو اس طرح پنجاب کی سرحدوں میں اکثر ردوبدل ہوتا رہا۔(2)

اس خطہ کی ایک تقسیم تو قدرتی تھی یعنی شمالی حدود کوہ ہمالیہ، جنوبی حدود راجپوتانہ کے ریگستان، مشرقی حدود بالائی وادی گنگا اور مغرب کی طرف دریائے سندھ کی قدرتی سرحد واقع ہے۔(4) جو اس خطہ کو ایک خوب صورت محل وقوع کے ساتھ ساتھ زرخیزی عطا کرتی ہے۔ وسطی پنجاب کے علاقوں کا جہاں تک تعلق ہے ان میں جالندھر، امرتسر، لاہور اور فیروز پور، جنوب مشرقی علاقوں میں روہتک، حصار، شمال مغرب میں ملتان اور جھنگ واقع ہیں۔ مغرب میں چناب اور ستلج کے درمیان وادی سندھ کے ساتھ ساتھ میانوالی، مظفر گڑھ، ڈیرہ غازی خان کے اضلاع، شمال میں شاہ پور، جہلم، راولپنڈی، اٹک کے اضلاع شامل ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں کانگڑہ، شملہ، نیم پہاڑی علاقوں میں سیالکوٹ، گورداسپور، ہوشیارپور اور انبالہ شامل تھے۔

پنجاب کبھی تو صرف بیچ دوآبہ تک محدود ہو گیا تو کبھی پھیل کر پشاور سے دہلی تک جا پہنچا۔ اس جغرافیائی خطے کو پنجاب کا نام مغل دور میں دیا جاتا ہے۔ مغل دور میں اس کی حدود مختلف تھیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دور میں پنجاب کے ستلج پار کا علاقہ اس میں شامل نہیں تھا۔ جو انگریزوں کے زیر تسلط تھا۔ تاہم اس دور میں سرائیکی علاقہ موجودہ صوبہ سرحد کا ایک حصہ اور کشمیر پنجاب کا حصہ بنا دیے گئے۔ تو پنجاب کی حدود مزید پھیل گئی۔ اس صوبے کی سرحد ایک طرف چین اور دوسری طرف افغانستان سے ملنے لگی۔ ۱۹۰۰ء میں برطانوی حکومت نے سرحد کے نام سے نیا صوبہ بنا دیا تو پنجاب سمٹنا شروع ہو گیا۔ کچھ وقت بعد تقسیم ہند کے وقت مشرقی پنجاب (بھارت) اور مغربی پنجاب (پاکستان) کی صورت میں مزید تقسیم ہو گیا۔ چند سال بعد مشرقی پنجاب سے ہریانہ اور ہماچل کے علاقے بھی الگ کر کے علیحدہ صوبے بنا دیے گئے۔ (6) اگر تاریخی نکتہ نظر سے دیکھیں تو اس کی حدود میں ہمیں ہر دور میں تبدیلی ہوتی نظر آتی ہے اور اس تبدیلی کی بنیادی وجہ اس خطے کی قدامت ہے کیونکہ یہ خطہ ہزاروں سالوں سے انسانوں کی آباد گاہ رہا ہے۔ تاریخ پنجاب کو مورخین نے سات آٹھ ہزار سال قبل کی دراوڑ نسل سے منسوب کیا ہے۔ عین الحق فرید کوٹی کے بقول پنجاب میں آریوں کی آمد (۱۵۰۰ ق م) سے قبل منڈا اور دراوڑی قبائل آباد تھے۔ (7) بعد ازاں آریاؤں کی اس علاقے پر یورش سے پنجاب کا وسیع خطہ ایران کے فرماں رواؤں کے زیر نگیں رہا۔ یوں یہ سلسلہ سکندر اعظم کی فتوحات تک جاری رہا اور اس کے بعد مختلف ریاستوں میں بٹ گیا۔ (5)

پنجاب کا علاقہ بہت قدیم ہے۔ اس کی تاریخ کا آغاز وادی سون کی قدیم ثقافت سے ہوتا ہے، جو ماہرین کے مطابق تقریباً چار لاکھ سال پرانی ہے۔ بعد ازاں، ہڑپہ کی تہذیب (۳۳۰۰ ق م تا ۱۵۰۰ ق م) ابھری، جسے دنیا کی ابتدائی تہذیبوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ ممکنہ طور پر عراق، مصر اور عرب کے علاقوں سے آئے تھے اور ان کا تعلق دراوڑی نسل سے تھا۔ تقریباً اڑھائی ہزار سال قبل، آریہ قوم حملہ آور ہو کر ہندوستان کے ان علاقوں میں داخل ہوئی اور انہوں نے مقامی باشندوں کو غلام بنایا یا ہلاک کر دیا اور یہاں کی زمینوں پر قابض ہو گئے۔ ان کا ذکر قدیم مذہبی کتابوں جیسے رگ وید، رامائن اور مہابھارت میں ملتا ہے۔ اس دور کو "ویدک تہذیب" کہا جاتا ہے اور یہ عرصہ ۱۵۰۰ قبل از مسیح سے ۵۰۰ قبل از مسیح تک محیط ہے۔ پانچویں اور چھٹی صدی قبل مسیح میں مہاویرا اور گوتم بدھ نے جین مت اور بدھ مت کی بنیاد رکھی، جو اس دور میں مقبول مذاہب تھے۔ ساتویں صدی ق م میں ایران کے بادشاہ فریدوں نے ہندوستان پر حملہ کر کے پنجاب کو اپنی سلطنت کا حصہ بنالیا۔ اس کے بعد سائرس، افراسیاب اور دارا جیسے حکمران بھی حملے کرتے رہے۔

۳۲۶ ق م میں سکندر اعظم نے ایران کو فتح کرنے کے بعد پنجاب کا رخ کیا۔ سکندر کے بعد اس علاقے کی باگ ڈور چندر گپت موریا کے ہاتھ آئی جس نے "موریا سلطنت" (۳۲۲ تا ۲۹۸ ق م) قائم کی، جس میں اشوکا (۲۷۳ تا ۲۳۲

ق م) ایک نمایاں حکمران تھا۔ اشوکا کے بعد ساکا قوم (۱۲۵ تا ۱۶۰ ق م) ابھری، اور اس دور کو "ساکا عہد" کہا جاتا ہے۔ موریا سلطنت کے زوال کے بعد، باختر کے یونانی حکمرانوں نے اقتدار سنبھالا، جنھیں کشان سلطنت (۴۵ تا ۱۸۰ء) نے شکست دی۔ اس کے بعد گپتا سلطنت (۳۲۰ تا ۵۵۰ء) وجود میں آئی۔ پھر ہن قبائل (۵۰۰ء) حملہ آور ہوئے، اور بعد میں وردھانا خاندان (۵۱۰ء تا ۶۵۰ء) نے حکومت کی۔ آٹھویں صدی عیسوی میں کشمیر کے راجا دینا نے پنجاب فتح کیا۔ اسی صدی میں محمد بن قاسم (۷۱۱ء تا ۷۱۳ء) کے ذریعے برصغیر میں اسلامی حکومت کا آغاز ہوا۔ بعد ازاں مختلف مسلم خاندانوں نے ۷۱۳ء سے ۱۳۰۰ء تک یہاں حکمرانی کی۔(5)

راجہ جے پال اکیسویں صدی کے اختتام تک لاہور اور کابل تک کے علاقوں پر قابض رہا۔ ۹۸۶ء میں سبکتگین کے ساتھ راجہ جے پال کو جنگ کا سامنا کرنا پڑا اور راجہ جے پال کو عبرتناک شکست ہوئی۔ اس کے بعد صلح طے پائی۔ ۱۰۲۲ء کے عہد میں سلطان محمود غزنوی نے پے در پے کئی حملے کر کے اس علاقے کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا جس سے اسلامی عہد کا آغاز ہوا۔ ایاز کو محمود غزنوی نے پنجاب کا گورنر بنادیا۔ محمود غزنوی اقتدار کے زوال کے بعد خاندان سلجوق نے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا اور ۱۲۰۶ء میں خاندانِ محمد غوری منصبِ حکومت سنبھالتا ہے۔ اس کے بعد جو خاندان ہندوستان کے مسند اقتدار پر جلوہ گر ہوتے ہیں ان میں خاندان غلاماں ۱۲۰۶ء۔۱۲۹۰ء، خلجی خاندان ۱۲۹۰ء۔۱۳۲۰ء، تغلق خاندان ۱۳۲۰ء۔۱۴۱۳ء، سادات خاندان ۱۴۱۴ء۔۱۴۵۱ء، لودھی خاندان ۱۴۵۱ء۔۱۵۲۶ء، مغل دور ۱۵۲۶ء۔۱۷۰۷ء، ظہیر الدین بابر ۱۵۲۶ء۔۱۵۳۰ء، ہمایوں ۱۵۳۰ء۔۱۵۴۰ء، شیر شاہ سوری ۱۵۴۰ء۔۱۵۴۵ء، ہمایوں ۱۵۵۵ء۔۱۵۵۶ء، ہم چند ۱۵۵۶ء۔۱۵۵۶ء، جلال الدین اکبر ۱۵۵۶ء۔۱۶۰۵ء، جہانگیر ۱۶۰۵ء۔۱۶۲۷ء، شاہ جہان ۱۶۲۷ء۔۱۶۵۸ء، اورنگ زیب عالمگیر ۱۶۵۸ء۔۱۷۰۷ء شامل ہیں۔ جو یکے بعد دیگرے مسند ہندوستان پر جلوہ گر ہوتے رہے۔ ان تمام ادوار میں پنجاب کو کئی بار جنگ و جدل سے گزرنا پڑا۔

پنجاب میں اس تمام عہد میں جو صورت حال رہی اس میں اہم کردار "گرو نانک عہد ۱۴۶۹ء۔۱۵۳۹ء کا ہے۔ جس کے بعد آٹھ سکھ گرو ۱۵۳۹ء۔۱۶۷۵ء گرو گوبند سنگھ دسواں سکھ گرو ۱۶۷۵ء۔۱۷۰۸ء اور خالصہ کا ظہور ۱۶۹۹ء فتح، بندہ بہادر ۱۷۰۸ء۔۱۷۱۳ء کی صورت میں ہوتا ہے۔ احمد شاہ درانی کی آمد ملتان اور ہرات میں ۱۷۲۲ء میں سکھ سرداروں کا افغانوں اور مغل گورنروں سے جنگوں کا دور ۱۷۱۴ء۔۱۷۵۹ء شروع ہو جاتا ہے۔ نادر شاہ کا حملہ ۱۷۳۹ء اور درانی سلطنت ۱۷۴۷ء۔۱۷۷۲ء کا آغاز ہوتا ہے۔، سکھ، مرہٹہ سلطنت ۱۷۵۶ء۔۱۷۵۹ء کے قیام کے لیے جدوجہد ہوتی ہے اور درانی مرہٹہ جنگ ۱۷۶۱ء میں وقوع پذیر ہوتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی احمد شاہ کا دوسرا حملہ ۱۷۶۲ء ہوتا ہے۔ جس کے بعد جنگ و جدل ہوتا ہے اور سکھ مثلیں ۱۷۶۵ء۔۱۸۰۱ء قائم ہوتی ہیں۔

سکھ سلطنت مہاراجہ رنجیت سنگھ ۱۸۰۱ء۔۱۸۳۹ء کا قیام عمل میں آتا ہے جو پنجاب کا ایک منفرد دور ہے۔ برطانوی سکھ ۱۸۴۵ء۔۱۸۴۶ء ایک جنگ ہوتی ہے پھر دوسری برطانوی سکھ جنگ ۱۸۴۸ء۔۱۸۴۹ء میں برپا ہوتی ہے۔ جس کے بعد برطانوی قبضہ ۱۸۴۹ء ہو جاتا ہے۔ یوں برطانوی راج ۱۸۴۹ء۔۱۹۴۷ء جیسے اہم واقعات کا ظہور اس خطے کی تاریخ میں آنے والے موڑ تھے۔ جنھوں نے پنجاب کی تاریخ کے مختلف واقعات کو جنم دیا۔ دراصل اس خطے میں فضا کی تبدیلی کا آغاز اورنگ زیب کے عہد میں سر اٹھانے والی بغاوتیں اور سازشیں ہیں۔ جس کو ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ کے حملے نے دو آتشیں کر دیا۔ ۱۷۵۸ء میں سکھوں نے لاہور پر قبضہ کر لیا۔ احمد شاہ ابدالی نے بھی حملے کیے۔ سکھوں مرہٹوں کی لڑائیوں سے ایسٹ انڈیا کمپنی کو بہت فائدہ ہوا۔ رنجیت سنگھ نے اٹک اور ستلج کے وسطی علاقے پر قبضہ جمانے کے بعد فرید کوٹ، امرتسر، انبالہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ ۱۸۰۹ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی اور رنجیت سنگھ میں معاہدہ امرتسر طے پایا۔ جس کی رو سے رنجیت سنگھ نے دریائے ستلج کو اپنی سرحد تسلیم کر لیا۔ ۱۸۳۹ء میں رنجیت سنگھ کا وفات پا جاتا ہے۔ انگریزوں نے ۱۸۴۵ء میں حملہ کیا اور اور سکھوں کو شکست دی۔ معاہدہ لاہور کی رو سے انگریز ریذیڈنٹ کا قیام بھی عمل میں آیا جس کی بنیاد پر جالندھر دوآب کا علاقہ بھی انگریزوں کو مل گیا۔

آخر کار ۲۰ اپریل ۱۸۴۹ء کو پنجاب ایسٹ انڈیا کمپنی کے زیر اہتمام علاقہ میں شامل ہو گیا۔ جو ۱۸۴۹ء سے ۱۹۴۷ء تک قائم رہا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور میں پنجاب ۱۹۰۰ء تا ۱۹۴۷ء انتظامی ڈھانچہ پانچ ڈویژن اور ریاستوں پر مشتمل تھا۔ جن میں ڈویژن: دہلی ڈویژن حصار، روہتک، گورگان، جالندھر ڈویژن ہوشیار پور، فیروزپور، لدھیانہ راولپنڈی ڈویژن، گجرات، شاہ پور، جہلم، لاہور ڈویژن امرتسر، گورداسپور، سیالکوٹ، ملتان ڈویژن، میانوالی، جھنگ، ڈی جی خان اور ریاستوں میں پٹیالہ، فرید کوٹ، بہاول پور، کپور تھلہ، ملیر کوٹلہ، نابا، سمرور، چھامبا، جھنڈ، دوجانا، پتوڈی، کلیسا، شملہ ہل سٹیٹس، منڈی، سکٹ، تقسیم ہند کے موقع پر پنجاب بھی دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ مشرقی اور مغربی پنجاب، مشرقی حصہ دو دریاؤں کی سرزمین ہندوستانی پنجاب میں اور مغربی پنجاب پاکستان میں شامل تھا یہ علاقہ تین دریاؤں پر مشتمل تھا۔ مشرقی حصہ کو بعد ازاں پنجاب، ہریانہ اور ہماچل پردیش کو ۱۹۶۹ء میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس طرح پنجاب کا جغرافیائی اور تاریخی سفر بیسویں صدی میں بھی تبدیلیوں سے آشکار ہوتا رہا ہے۔

پانچ دریاؤں کی سرزمیں جسے اپنے تہذیب و تمدن کی قدامت پر ناز ہے۔ آریوں کی قدیم ویدک تہذیب نے جس کی آغوش میں نشوونما پائی دنیا کی قدیم ترین کتاب رگ وید کے اشلوک "رشی مینوں" نے یہیں کی ندیوں کے کنارے تخلیق کیے۔ ہڑپا سے نمودار ہونے والے آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آریوں سے قبل بھی پنجاب کا ایک شاندار تہذیبی دور گزر چکا تھا۔ پنجاب تہذیبی اور معاشرتی تنوع کے لحاظ سے برصغیر پاک وہند میں ایک منفرد مثال

رکھتا ہے۔ ماجھا، مالوہ اور دوآبہ کے علاقوں کی تہذیب پنجاب کی تہذیب ہے۔ پنجاب میں آنے والوں نے بھی اس کی تہذیب کو متاثر کیا۔ مختلف النوع ہونے کے باوجود مجموعی طور پر یکسانیت کے دھاگے میں پروئے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ آریائی، یونانی، ستھیائی، پارتھیائی، ہن، ترک، پٹھان، مغل یہاں کی مقامی تہذیب میں رچ بس گئے۔ کہیں کہیں حملہ آوروں کی تہذیب نے تو کہیں مقامی تہذیب نے ان کو متاثر کیا۔ مارین ڈبلیو سمتھ کے بقول پنجاب: ''پنجابی''سوسائٹی ایسی پچی کاری کے مصداق نہیں جو خود کفیل اور علیحدہ علیحدہ دیہاتوں کے ٹکڑوں سے مل کر بنی ہو بلکہ یہ کہنا بجا ہو گا کہ اس کی مثال ایک ایسے قالین کی سی ہے۔ جس کا ہر حصہ اپنی جگہ خواہ کتنا ہی منفرد اور ممتاز کیوں نہ لیکن وہ پورے قالین کے تانے بانوں میں اس طرح سے بُنا ہوتا ہے کہ اسے الگ نہیں کیا جا سکتا(8) پنجاب کی آبادی کا زیادہ تر حصہ دیہاتوں پر مشتمل ہے۔

دیہات بنیادی اکائی ہونے کے ساتھ ساتھ پنجاب کی سماجی، اقتصادی اور تہذیبی حیثیت بھی متعین کرتا ہے۔ یہ گاؤں اقتصادی، سماجی، مذہبی، سیاسی اور تہذیبی حوالوں سے ایک دوسرے میں پیوست ہیں۔ اور ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں۔ دیہات کی صورت میں یہ اکائیاں مل کر پنجاب کے مجموعی ڈھانچے کی تشکیل کرتی ہیں اور ہم رشتہ بھی ہیں۔ پنجاب ایک زرخیز خطہ ہے یہاں کی اکثریت زراعت کے پیشے سے وابستہ ہے۔ کاشت کاری کے اس عمل میں دیگر پیشہ ور حضرات بھی کاشتکار کی معاونت کرتے ہیں۔ فصلوں کی کاشت میں اوزار، اور دیگر خدمات مختلف پیشے پیش کرتے ہیں۔ مختلف قبائل اور طبقوں پر مشتمل خاندان ان دیہاتوں میں آباد ہیں۔ آج بھی ہر گاؤں میں جاٹ، کھتری، اروڑا، برہمن، دیش، سینی کمبوہ، سندھو، وغیرہ وغیرہ آباد ہیں۔ مختلف فرقے اور ان کے مذہبی عقائد اور رسوم و رواج کسی حد تک ایک دوسرے سے مختلف تو ہیں۔ مگر یہ تنوع پنجاب کی تہذیبی ہمہ رنگی کا عکاس ہے۔ مرنے جینے، شادی بیاہ کی رسومات ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ مگر ان مختلف النوع خصوصیات کے باوجود بھی ماجھا، مالوہ یا دوآبہ مقامی خصوصیات کے ساتھ ساتھ بحیثیت مجموعی ایک یکسانیت کے دھاگے میں پروئے ہوئے نظر آتے ہیں۔(9)

بیسویں صدی نصف اول کا پنجاب بھرپور دیہی زندگی کا عکاس ہے۔ پنجاب میں پنچایت کا نظام بھی اپنا اثر و رسوخ رکھتا ہے۔ ہر پٹی کی اپنی پنچایت ہوتی ہے جو ان کے فیصلے چکاتی ہے۔ زراعت ان لوگوں کا پیشہ تھا۔ گندم اور جو کی کاشت کے ساتھ ساتھ گلہ بانی بھی کرتے تھے۔ گھوڑا، بھیڑ، بکری اور کتا پالتو جانوروں میں شمار ہوتے تھے۔ اسی طرح لکڑی کا کام، صنعتیں اختیار کرتے ہوئے کپڑا بننا، چمڑے وغیرہ کے کام میں بھی دلچسپی لینے لگے۔ خوراک سادہ، پھل، سبزیاں دودھ، دہی، مکھن استعمال کرتے تھے۔ علم و ادب کسی بھی معاشرت کا ایک لازمی جزو رہا ہے۔ علم و فن کے

مطالعہ سے اس عہد کے فنون لطیفہ سے وابستگی کا احساس بھی ہوتا ہے۔رگ وید کے بھجن اس عہد کی علمی و ادبی وابستگی کا ثبوت ہیں۔ بھجن کی صورت میں فن شاعری اس عہد میں بھی خاصی شہرت رکھتا تھا۔ محققین کے نزدیک سندھ کی قدیم تہذیب علم و فن سے آشنا اور طرز تحریر سامی النسل، علم نجوم و طب میں بھی خاصی دسترس رکھتی تھی۔(2) جہاں تک مذہب کا تعلق ہے تو بت پرستی ان کی مذہبی اور روحانی تشفی کا ذریعہ تھی۔ دیوتاؤں کی پوجا اور اپنے قبیلے کا اپنا دیوتا ہوتا تھا۔ دیگر مذاہب کی طرح ان کا تصور اپنے دیوتاؤں کے لیے کچھ ایسا تھا کہ ان کے دیوتا انسانی شکل میں رتھوں میں بیٹھ کر جاہ و جلال سے زندگی گزارتے ہیں اور یہ لوگ اپنے دیوتاؤں کو دیگر مذاہب کی طرح ہر طرح کی طاقت سے بہرہ مند سمجھتے تھے۔(2) اسی طرح پنجاب کا معاشرتی تمدن قدیم عہد سے یعنی منڈا نسل، دراوڑ، کول، آریاؤں، مسلمانوں، افغانوں، مغلوں اور آخر کار انگریزوں کے مغربی تہذیب و تمدن سے بھی متاثر ہوتا ہے۔اس طرح یہاں کی تشکیل پانے والی معاشرت مختلف تہذیبوں کا حسین امتزاج لیے ہوئے اپنا عظیم الشان تہذیبی و ثقافتی گہوارہ تشکیل دیتی ہے۔

پنجاب تہذیبی، لسانی وادبی ثقافتی اور معاشرتی تنوع کی وجہ سے اس خطہ میں ایک انفرادیت رکھتا ہے۔ شمال کی طرف سے آنے والے حملہ آوروں نے بھی اسی راستہ کا استعمال کیا اور فاتحین کی صورت میں آنے والوں نے اس سرسبز و شاداب وادی کو اپنا مسکن بنایا۔یہی صورت حال آریاؤں کی چار ساڑھے چار ہزار برس قبل آمد کے وقت بھی سامنے آتی ہے۔ جنھوں نے دراوڑوں اور کول نسلوں کو یہاں سے بے دخل کر دیا، یا غلام بنالیا۔اور یہاں پر ایک ایسی معاشرت اور تہذیب و تمدن، ادب و ثقافت کو جنم دیا۔جو فاتحین و مفتوحین کا امتزاج تھی اور یہی امتزاج لسانی سرحدوں کو بھی چھونے لگتا ہے۔(2)

پہلا نظریہ ابناش چندر بوس کا ہے جن کے نزدیک آریاؤں کا اصلی وطن "سپت سندھو"(سات دریاؤں کی سر زمیں) ہے جو کہ باقی ہندوستان سے الگ تھلگ سمندر کے پار تھا جو آہستہ آہستہ خشک ہو گیا اور آریہ اس طرح پورے ہندوستان میں پھیل گئے۔ دوسرا نظریہ پال گنگا دھر کا کہ آریہ شمالی منطقہ میں رہائش پذیر تھے۔ تیسرا میکڈونلڈ کا کہ آریاؤں کا اصلی وطن جنوب مشرقی ایشیا تھا۔چوتھا نظریہ کہ آریہ کا اصلی وطن وسط ایشیاء تھا۔(2) گویا نظریہ کوئی بھی ہو آریاؤں نے یہاں آکر ایک تہذیب و تمدن اور ثقافت میں اپنا رنگ ضرور بھرا یہ لوگ اپنا ایک مذہب، معاشرت، رسوم و رواج، رہن سہن کا اپنا طریقہ رکھتے تھے۔ جس نے یہاں کے بود وباش کو بھی ضرور متاثر کیا۔ مورخین کے نزدیک آریہ افغانستان اور کشمیر کی طرف سے سر زمین پنجاب میں داخل ہوئے ابتدا میں انھوں نے یہاں کی مقامی آبادی سے جنگیں لڑیں اور غالب آ گئے اور یہاں رہنا شروع کیا۔ اس طرح یہاں پر آریائی تہذیب و تمدن کا آغاز ہو جاتا ہے۔ ایک معاشرت تشکیل پاتی ہے جو اس خطہ کی قدیم معاشرت اور تمدن بن جاتا ہے۔

محققین کی نظر میں "رگ وید" میں آریاؤں یعنی اس خطہ کی قدیم معاشرت کا عکس جلوہ گر نظر آتا ہے۔ اس عہد میں جنگ و جدل کے بعد جب مختلف قبائل مل کر معاشرتی زندگی کا آغاز کرتے ہیں تو گاؤں وجود میں آتے ہیں جن سے اضلاع کی تشکیل ہوتی ہے جو مل کر ایک جانا "JANA" بن جاتا ہے۔(2) ان گاؤں میں لوگوں کے مسائل یا جھگڑوں کے فیصلے سردار کرتے گویا اس طرح ایک پر امن معاشرت تشکیل پائی۔ پنجاب کی اس قدیم معاشرت میں دیہات کی زمین مختلف خاندانوں میں تقسیم ہوتی تھی۔ ہر خاندان اپنے حصے کی زمین پر کھیتی باڑی اور گلہ بانی کرتا تھا۔ گاؤں میں عوامی کے کے مسائل حل کرنے یا جھگڑوں کے فیصلے کرنے کے لیے ایک خاص شخص بھی مقرر ہوتا جسے 'گرامانی' کہا جاتا تھا۔(2) یوں اس دھرتی میں ایک ابتدائی قسم کا معاشرتی نظام بن جاتا ہے۔ لیکن جب مسلمانوں کا دور آیا تو پنجاب پورے ہندوستان کا اہم مرکز بن گیا۔ اسی لیے سے یہاں کی معاشرت، زبان، تہذیب، سیاست اور سماجی زندگی کو خاص اہمیت حاصل ہوئی اور پنجاب کی سرزمین ایک شاندار تہذیب اور ثقافت کی پہچان بن گئی۔ سکھوں کے عہد میں بھی پنجاب کی تہذیبی، ثقافتی زندگی میں رنگا رنگی نظر آتی ہے۔

رنجیت سنگھ لاہور کے تخت پر بیٹھا تو اس وقت کے حالات پروفیسر عزیز الدین احمد کے بقول: "جب رنجیت سنگھ لاہور کے تخت پر بیٹھا تو اس وقت ایک طرف افغان حکومت تھی تو دوسری طرف انگریزوں کی پھیلتی ہوئی سلطنت، رنجیت سنگھ کا کارنمایاں ان دونوں طاقتوں کا پنجاب پر حملہ کرنے سے روکنا اور پنجاب کو مضبوط کرنا تھا۔" (6) کنہیالال ہندی رنجیت سنگھ کے اس عہد کی معاشرت کی جھلکی شاہ حسین کے مزار کے حوالے سے یوں بیان کرتے ہیں: "اس خانقاہ پر سال بھر میں دو مرتبہ بڑا بھاری میلا ہوتا۔ ایک تو بروز بسنت میلا ہوتا اور ہندو مسلمان اس میلے میں آتے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وقت میں مہاراجہ خود بسنت کے روز یہاں آکر دربار کرتا تھا۔"(10) مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دور میں پنجاب میں ایک بار پھر زندگی کی رنگا رنگی پیدا ہوئی۔ ممتاز گوہر کے بقول: "تمدنی اعتبار سے مہاراجہ کا پنجاب ایک سرسبز باغ تھا دیکھنے کے لیے بھی اور دکھانے کے لیے بھی۔ مہاراجہ نے قیام سلطنت کے بعد پنجاب کے مختلف حصوں میں زندگی کی لہر دوڑا دی تھی۔ جس میں احساس فتح و غرور اور احساس خوش حالی دونوں موجود تھے۔"(11)

سکھوں کے بعد انگریزوں کا تسلط سب سے آخر میں جا کر پنجاب میں قائم ہوا۔ انگریزوں نے دہلی کو سرنگوں کرنے کے لیے پنجاب کو مرکزیت دی۔ اور یہاں کی تہذیبی، معاشرتی لسانی اور ادبی ہر حوالے سے اس خطہ کو متاثر کیا۔ پنجاب کی معاشرت، تہذیب اور اس خطہ کے جلال اور جمال کے حوالے سے پنجاب کا خوبصورت نقش محمد حنیف رامے کچھ ان الفاظ میں بیان کرتے ہے: "افسوس یہ ہے کے دور سے دیکھنے والوں نے پنجاب کی صرف تیز دھوپ دیکھی۔ وہ

کبھی اس کی گھنی چھاؤں میں نہیں بیٹھے۔حالاں کہ دونوں سے یکساں بہرہ ور ہو کر ہی پنجاب کے اصل کردار کے بارے میں بصیرت نصیب ہوتی ہے۔پنجاب کی تیز دھوپ نے اسے ایک جلال بخشا ہے۔اس کے برعکس اس کی نرم چھاؤں اس کا رخ جمال ہے۔اس جلال اور جمال کو ساتھ ساتھ رکھ کر ہی پنجاب کی حقیقی تصویر ابھرتی ہے۔اگر صرف جلال کو پیش نظر رکھا جائے۔تو پنجاب کی وہ عجیب و غریب اور بے جوڑ تصویر بنتی ہے۔جو دوسروں نے دیکھی اور دکھائی ہے کرخت، تُندخو، تہذیب و شائستگی سے محروم سنجیدگی اور گہرائی سے نابلد، شیخی باز، موقع پرست مزاحمت کے جذبے سے عاری۔۔۔لیکن تیز دھوپ کے ساتھ جب پنجاب کی گھنی چھاؤں کو بھی نگاہ میں رکھیں تو پنجاب کا نقش جمال بنتا ہے۔۔۔"(12)

پنجاب ہر عہد کی معاشرت سے مزین ہو کر بیسویں صدی کی دہلیز پر پہنچتا ہے۔بیسویں صدی کا نصف اول پنجاب میں انگریزی عہد جس نے اس خطہ کے ہر ذی روح اور معاشرہ کو متاثر کیا۔ادب، ثقافت، معاشرت اور سیاست ہر شعبہ زندگی پر اس کے اثرات نمایاں تھے۔پنجاب میں چوں کہ جدت کو قبول کرنے کا عنصر شامل تھا جس کی بدولت اس عہد نے بھی ضرور اس خطہ کو متاثر کیا لیکن اس کی مقامی اقدار تہذیب، روایات اور معاشرت کا اپنا رنگ ہمیشہ غالب رہا ہے۔پنجاب میں تقسیم ملک کے بعد اس قدیم طرزِ زندگی میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔پنجاب کے گاؤں کی کایا پلٹنے لگی، اندھے عقائد اور توہمات دور ہونے لگے، عورتوں کی حالت بدلنے لگی اور ایک نئی سماجی بیداری کی لہر پیدا ہوئی۔

ہر عہد کا ادب اپنے دور کی تہذیبی، معاشی، معاشرتی اور فکری ترجیحات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔پنجاب کو غزنوی عہد سے لے کر دورِ وکٹورین تک برصغیر کی تہذیب میں ایک منفرد اور نمایاں مقام حاصل رہا ہے۔قتل و غارت گری کرنے والوں کی شاہراہ پر واقع ہونے کے باوجود، اس خطّے میں ہر عہد میں علمی، ادبی اور تہذیبی چراغ کسی نہ کسی صورت روشن رہے ہیں۔اردو زبان و ادب کا سرزمینِ پنجاب سے دورِ قدیم سے ایک مضبوط تعلق قائم ہے۔چونکہ عہدِ غزنوی کے بعد مرکزیت دہلی اور لکھنو کو حاصل ہوئی، اس لیے پنجاب کے اہلِ قلم اور ان کے ادبی سرمائے کو وہ پذیرائی حاصل نہ ہو سکی جس کے وہ حقیقی طور پر مستحق تھے۔پنجاب میں اردو زبان و ادب کی تاریخ نہایت دلچسپ ہے۔پنجاب میں اس زبان کی تاریخ اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب آریائی تہذیب پر اسلامی تہذیب کے اثرات کا آغاز ہوا۔"ہندوی" اردو کا قدیم نام تھا، اور "لبابُ الالباب" کے مصنف محمد عوفی کے مطابق، مسعود سعد سلمان کا "ہندوی دیوان" اردو کا پہلا دیوان تھا، اور یہ دیوان اسی سرزمینِ پنجاب کی تخلیقی دین ہے۔غزنوی عہد سے لے کر عصرِ حاضر تک، خطہِ پنجاب نے اردو ادب کی ترویج و ترقی میں جو کردار ادا کیا، وہ اردو کی ادبی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔تاہم اکثر تواریخ میں اسے تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا، جس کا سبب محققین کی بے اعتنائی نہیں بلکہ معلومات کی کمی ہے۔تاریخی اعتبار سے پنجاب

کی سرزمین سالہاسال سے بیرونی حملہ آوروں کی آماج گاہ رہی ہے۔ قلیل عرصہ کے سوا پنجاب کو سیاسی مرکزیت کا موقع نہ ملا۔ یہی سبب ہے کہ یہاں کے اہل قلم داد سخن پانے کے لیے ہندوستان کے سیاسی مراکز کا رخ کرتے تھے۔ اور ان کی ادبی کاوشیں دلی اور لکھنو کے ادبی کام کا ضمیمہ قرار پاتی ہیں۔(11)

مسلمانوں کی آمد سے صوفیائے کرام کا سلسلہ اس خطہ میں شروع ہوتا ہے جن کی علمی، ادبی، لسانی اور دینی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ بالخصوص پنجاب تو صوفیوں، پیروں، برگزیدہ ہستیوں، پیار محبت کرنے والوں اور زندہ دلان پنجاب سے بھرا ہوا تھا۔ جس میں صوفیائے کرام اور پیروں کے فیض کے چشمے جاری تھے۔ حضرت داتا گنج بخش، بہاؤالدین زکریا، فریدالدین گنج شکر، حضرت میاں میر، امام بری سرکار اور صوفی شعراء میں شاہ حسین، سلطان باہو، وارث شاہ، بلھے شاہ، خواجہ فرید کی محفلیں آباد تھیں اور فیض عام جاری و ساری تھا۔ جن کے رشد و ہدایت اور عشق و محبت کی بدولت شعر و نغمہ، علم و ادب، خطابت کے رنگارنگ دبستان کھلنے لگے۔(12)

پنجاب بھی اردو کے حوالے سے ایک الگ مرکزیت کا حامل رہا ہے۔ جہاں کئی ایک چھوٹے مراکز ہریانہ، بٹالہ، لاہور، سرہند اور قصور شامل ہیں۔ جہاں پر تخلیق کاروں کی ایک بڑی تعداد ایک مخصوص مزاج اور رجحان کے ساتھ اردو زبان و ادب کی ارتقائی منزلوں کو عبور کرنے میں اپنا اپنا کردار ادا کر رہی تھی درج ذیل ہیں۔ دبستان بٹالہ...... بٹالہ میں شیخ محمد افضل قادری کلانوری، نورالعین واقف عاجز بٹالوی، غلام غوث بٹالوی، حیات قادری، شیخ محمد حاجی، سید غلام غوث بٹالوی، شیخ نصیرالحق، شیخ نور محمد، موسیٰ، شیخ محمد حاجی، محمد جان، علیم قادری اور سید محمد شاہ بٹالوی اردو زبان و ادب کی خدمت میں محو سفر رہے۔ دبستان لاہور...... پنڈت چندر بھان برہمن لاہوری، مولوی عبداللہ عبدی لاہوری شاہ عبدالحکیم لاہوری، حاجی لاہوری، رضا لاہوری، قناعت لاہوری، حافظ احسن اللہ لاہوری، حسین چشتی لاہوری، اشرف نوشاہی، غوث ابن عظیم حیدر لاہوری، آدینہ بیگ کامل، فیض لاہوری اور احمد بخش یکدل لاہوری، پنجاب کی علمی، ادبی سرگرمیوں میں اپنا حصہ ڈالتے رہے۔ دبستان ہریانہ۔۔۔ قطبی رہتکی، شاہ غلام جیلانی رہتکی، شاہ محمد رمضان مہمی اور غلام حسین مہمی وغیرہ دبستان ہریانہ سے وابستہ نام تھے۔ دبستان سرہند۔۔۔ بشیر احمد سرہندی، اویسی سرہندی، شائق سرہندی، مشتاق سرہندی، احمد سرہندی، شاہ نیاز سرہندی اور اختر سرہندی سرزمین سرہند سے دبستان پنجاب کو تقویت عطا کر رہے تھے۔ دبستان قصور۔۔ حافظ مرتضیٰ خویشگی قصوری، سید غلام محی الدین قصوری اور خلیفہ عارف قصوری وغیرہ کے نام دبستان قصور کی ادبی زرخیزی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔(13)

جیسا کہ مولانا عبدی ''فقہ ہندی'' کے مصنف کا یہ شاہکار ہریانہ، کرنال، میوات کی زبان سے الگ شاہکار ہے۔ جو اپنے الگ مرکز کا عکاس ہے۔ اسی طرح بٹالہ گورداسپور میں شیخ فاضل الدین بٹالوی کے ہاتھوں اردو کی نمو پذیری کی

تحریک میں گراں قدر سبک رفتاری نظر آتی ہے۔یعنی پنجاب میں تمام مراکز ہم آہنگی سے دوسرے مراکز کی طرح اردو کی نشوونما میں سرگرم عمل نظر آتے ہیں۔کتاب ہزار مسائل اور سلوتری کے نمونے اسی عہد کی یادگار ہیں۔(13)جو دوسرے خطوں کی طرح اس سرزمین کا اعجاز ہیں۔

بیسویں صدی کے اوائل تک اردو نثر نے شعر کے ساتھ ساتھ بہت سے مدارج طے کر لیے تھے اور نثر بھی اپنے پاؤں پر کھڑی ہوتی نظر آتی ہے۔ ہر دبستان اپنا ایک الگ اور منفرد وجود رکھتا ہے۔ دبستان دہلی، لکھنو، رام پور اور پنجاب لاہور ہر ایک اپنی پہچان رکھتا ہے۔پنجاب کے تخلیقی ادب اور تخلیقی ذہنوں کے مطالعہ سے ہی پنجاب میں اردو کے نقوش ابھر کر سامنے آتے ہیں، جس کے بارے میں مشاہیر ادب نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کر کے اس خطہ کی زرخیزی کی جانب وقتاً فوقتاً توجہ مبذول کرائی۔ پنجاب میں اردو زبان کے آغاز وارتقا کی بحث کا آغاز پنجابی انبالوی کے مضمون ”اردو زبان پنجاب میں“جولائی ۱۹۰۳ء میں علی گڑھ گزٹ سے ہوتا ہے۔بعدازاں پھر ”اردو زبان پنجاب میں“ ستمبر ۱۹۰۳ء مخزن لاہور میں شائع ہوا۔اس طرح یہ بحث دن بدن تیز ہوتی گئی اور ۱۹۲۸ء میں حافظ محمود شیرانی کے اس قوی نظریے کی صورت میں سامنے آجاتی ہے جس میں انھوں نے تاریخی اور لسانی دلائل سے پنجاب میں اردو کو ثابت کیا۔

پنجاب کی سرزمین تہذیبی، تمدنی، معاشرتی، سماجی، سیاسی اور لسانی وادبی ہر حوالہ سے اس خطہ میں ایک منفرد مثال رکھتی ہے۔اس خطہ سے اردو زبان وادب کی شروعات ہوتی ہے۔اسی خطہ نے اردو زبان وادب کو ایسی قد آور علمی وادبی شخصیات عطا کی ہیں جن کے افکار اور ان کی تعلیمات عہد آفریں ثابت ہوئیں۔جو اردو زبان وادب کا اثاثہ ہیں۔ایسے فن پاروں نے اس دھرتی میں جنم لیا جو اردو زبان وادب میں بیش بہا خزانہ ہیں۔اتنے جواہر پارے بکھرے پڑے ہیں کہ انھیں سمیٹنا آسان نہیں۔ستاروں کی طرح جگ مگا رہے ہیں۔جس طرف نظر پڑتی ہے جم کر رہ جاتی ہے۔خطہ پنجاب اردو زبان وادب کی ثروت خیز روایت کا امین ہے اور ایک عظیم الشان تہذیب وتمدن کا گہوارہ ہے۔

مرکز زبان اردو کا لاہور ہو گیا

دلّی و لکھنؤ کو پکارا کرے کوئی (صفدر مرزاپوری)

حوالہ جات وحواشی:

(1) باقر، محمد، (اکتوبر ۱۹۸۵ء)، اردو: قدیم دکن اور پنجاب میں، لاہور، مجلس ترقیِ ادب، ص ۴

(2) صلاح الدین، اقبال، (۱۹۸۸ء)، تاریخ پنجاب، اشاعت دوم، لاہور، عزیز پبلشرز، ص ۱۱، ص20، ص 21، ص 21، ص 21، ص 21، ص 22، ص 23، ص 55، ص 56

(3) ملک، اکرام علی، (1990) تاریخ پنجاب (جلد اوّل)، قدیم دور تا جنگ آزادی (1857)، لاہور، مسلمان مطبوعات، ص ۲، ص ۲، ص ۲

(4) ٹالبوٹ، آئن، تاریخ پنجاب، (۲۰۰۶ء)، طاہر کامران، مترجم: لاہور، تخلیقات، ص ۲۳، ص 32

(5) حجازی، مسکین علی، (۱۹۹۶ء)، پنجاب میں اردو صحافت کی تاریخ، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ص ۱۵، ص 18، ص 19، ص 18، ص 19

(6) احمد، عزیز الدین، (۲۰۰۷ء)، پنجاب اور بیرونی حملہ آور، لاہور، بک ہوم، ص ۱۱، ص 9

(7) فرید کوٹی، عین الحق، (۱۹۸۸)، اردو زبان کی قدیم تاریخ، لاہور، ارسلان پبلی کیشنز، ص ۶۲

(8) Marian, W.S (1955). *Social structure in the Punjab included, India villages*. Asia Publishing House.

(9) پرویز، اسلم، پنجاب ادب اور ثقافت، لاہور، نگارشات، ص ۸۔۹

(10) کپور، کنہیالال، (۱۹۸۴ء)، تاریخ لاہور، لاہور، وکٹوریہ پریس، ص ۱۷۵

(11) گوہر، ممتاز، (1997ء)، پنجاب میں اردوادب کا ارتقا: 1849ء تا 1914، لاہور، مغربی پاکستان اکیڈمی، ص ۲۸، ص 9

(12) رامے، محمد حنیف، (1990ء)، پنجاب کا مقدمہ، لاہور، جنگ پبلشرز، ص ۱۵، ص 18

(13) یوسفی، خورشید احمد خان، (۱۹۹۲ء)، پنجاب کے قدیم شعرا: اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ص 8، ص 5 تا ص 8، ص 72